حکیم صاحب کی مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا میں دیکھتا تھا کہ کچھ کچھ وقفہ کے بعد وہ بڑے درد سے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ o اس طرح پڑھتے تھے کہ دل کھنچتا تھا، مجھے خیال ہوتا تھا کہ ان کو ایسی رقت اور انابت ہوتی ہے، یہ کیسے ضلالت پر ہو سکتے ہیں؟ مگر اسی کے ساتھ دل میں آتا تھا کہ میں جس اللہ کے بندے کو دیکھ کر آیا ہوں اگر اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے اور یقیناً ہے تو اس کو ضلالت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اس سفر میں مرزا صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، فرماتے تھے کہ میں ان کے امام کے پیچھے بھی نماز پڑھتا تھا اور اپنی الگ بھی پڑھ لیتا تھا۔

دوبارہ رائے پور میں

قادیان سے آپ کے ہمراہی وطن کو واپس ہوئے اور آپ نے سہارنپور کا قصد فرمایا، جہاں سے علیحدہ ہونا تھا وہاں سے سہارنپور کا ٹکٹ لے کر بقیہ رقم انھیں کو دے دی، سارا راستہ کھانا کھانے کی نوبت نہیں آئی، جب سہارنپور پہنچے تو کھانا کھائے دو چار وقت گزر چکے تھے، سہارنپور کسی سے نہ ملے اور پیدل ہی رائپور روانہ ہو گئے، منہ کا مزا سخت تلخ تھا، راستہ میں ایک مسجد میں ذرا سی دیر کیلئے آرام فرمایا تو ایک آدمی نے آکر پوچھا کہ میاں کہاں جاؤ گے؟ فرمایا میاں مسافر ہیں، ادھر سے آئے ہیں ادھر کو جائیں گے تم سے کیا؟ آخر حضرت کی خدمت میں بخیریت پہونچ گئے۔ حضرت نے ذکر کی کیفیت اور اثر پوچھا، آپ نے کسر نفسی سے فرمایا، حضرت میں تو جنبی ہوں اپنے اندر کچھ نہیں پاتا، پھر کیفیت عرض کی، فرمایا الحمد للہ، اسی حاضری میں بیعت سے مشرف ہوئے اور قیام کا ارادہ فرمالیا۔

حضرت نے دریافت فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کے پیچھے کتنے لوگ ہیں؟

سوانح
حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ
عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ
حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالاتِ زندگی
معرفت وسلوک کا ایمان افروز اور دل آویز تذکرہ
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
مجلس نشریاتِ اسلام
۱-کے-۳- ناظم آباد مینشن- ناظم آباد نمبر۱
کراچی ۷۴۶۰۰

فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں شکوک کا حملہ ہوتا تھا صحابۂ کرام کے حالات پڑھ کر بڑا اطمینان پیدا ہوتا، یقین ہو جاتا کہ یہ لوگ حق پر تھے اور اسلام اللہ تعالیٰ کا مقبول دین ہے حضرت کی زندگی میں صحابۂ کرام کے حالات کا اثر اخیر تک رہا، انھیں کے حالات کو اپنا مرشد سمجھتے تھے اور ان کتابوں کو اپنا بڑا محسن مانتے تھے جن کے ذریعہ صحابہ کرامؓ کی عظمت کا نقش اور اسلام کی حقانیت کا یقین پیدا ہوا۔[1]

انھیں دنوں میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے مجاہدین کے حالات کا کوئی مجموعہ کہیں سے مل گیا۔[2] ان حضرات کے ایمان افروز حالات پڑھ کر اور ان کے اخلاص اور قوت ایمانی کو دیکھ کر قلب کو تقویت اور سکینت حاصل ہوئی۔

وجدانی یقین اور شرح صدر

اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے اور دعوت کا بڑا غلغلہ تھا، پنجاب میں خاص طور پر مسلمانوں کی کم بستیاں اس چرچے اور تذکرہ سے خالی تھیں، ان کی کتابیں اور رسائل مسلمانوں میں پڑھے جاتے تھے اور ان پر بحث و گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا، حضرت کے وطن کے قریب ہی بھیرہ ہے، وہاں کے ایک عالم جو حضرت کے خاندانی بزرگوں کے شاگرد بھی تھے، حکیم نورالدین مرزا صاحب کے خاص معتقدین اور معاونین میں سے تھے اور ان کی نصرت اور رفاقت کے لئے مستقل طور پر قادیان میں سکونت پذیر تھے، مرزا صاحب کے عنداللہ مقبول اور مستجاب الدعوات ہونے کا ان کے معتقدین اور حلقۂ اثر میں عام چرچا تھا، حضرت نے مرزا صاحب کی تصنیفات ہی کہیں پڑھا تھا کہ

(۱) غالباً اسی جذبہ کے ماتحت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سے صحابہ کرام کے حالات لکھنے کی فرمائش کی جس کی تعمیل حکایات صحابہ کی مقبول و مشہور کتاب کی شکل میں ہوئی (۲) غالباً سوانح احمدی تھی حضرت اکثر مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری کی کتاب اور ان کا تذکرہ فرماتے تھے۔

اور گو اس زمانے میں دوسرے مشائخ بھی ہوں اور انہی اوصاف کاملہ سے متصف بھی ہوں، مگر میرا منزلِ مقصود پر پہنچنا اسی ایک کی بدولت ہوگا۔ سو توحید مطلب سلوک کا بڑا رکن ہے اور جس کو یہ حاصل نہ ہو گا وہ پراگندہ و پریشان اور ہر جائی بنا پھرے گا۔ اور کسی جنگل میں بھٹکتا ہوا کیوں نہ ہلاک ہو جائے حق تعالےٰ کو بھی اس کی مطلق پرواہ نہ ہوگی۔ پس مشائخ زمانہ میں ہر شخص کے متعلق یہ سمجھنا کہ یہ بھی میری پیاس بجھا کر مطلب تک پہنچا سکتا ہے سلوک کے لئے مضر ہے، بلکہ جس طرح حق ایک اور قبلہ ایک ہے اسی طرح راہبر شیخ بھی ایک ہی کو سمجھے ورنہ بربادی کے سوائے کچھ حاصل نہ ہو گا اور اسی پراگندگی میں بہتیرے تباہ ہو گئے ہیں۔ سو اگر اس کا وسوسہ بھی آیا کہ عالم میں اس شیخ کے علاوہ کوئی دوسرا بھی مجھ کو مطلب پر پہنچا سکتا ہے تو ضرور شیطان اس پر قبضہ جمائے گا اور لغزش میں ڈال دے گا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیطان کسی پیر کی صورت بن کر آئے گا اور (چونکہ اس کا ضعیف قلب ہر شیخ کی طرف راہبری کا یقین کر لیتا ہے اس لئے شیطان کو پیر بنا ہوا دیکھ کر اس کی طرف بھی جھکے گا اور وہ اس پر اپنا رنگ جما کر ایسا تسلط کر لے گا کہ پھر چھٹکارا مشکل ہے) غرض اس کو تباہ کر دے گا اور ایسے شعبدے دکھلائے گا کہ اس کا عقیدہ باطل پر جما دے گا۔ اور چونکہ توحید مطلب حاصل ہونے پر شیطان کو راہ نہیں ملتی اور وہ اس کے شیخ کی صورت بن نہیں سکتا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں" اس کے علاوہ آپؐ نے اپنی اُمت کے عُلماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثل فرمایا ہے پس شیطان لعین جس طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شکل نہیں بن سکتا چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں :-

من رانی فقد رانی فان شیطان لا یتمثل بی ۔ "جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل ہرگز نہیں بنا سکتا۔"

اسی طرح شیطان متبع شریعت محمدیہ شیخ کی صورت بھی نہیں بنا سکتا۔ پس مرید محفوظ رہتا

ارشاد الملوک ترجمہ امداد السّلوک ماخوذ از رسالہ مکیّہ
یعنی

امداد السّلوک اردو

تصوف و اخلاق کی معروف بلند پایہ کتاب

مُصنّف
حضرت شیخ قطب الدّین دمشقی نوّر اللہ مرقدہٗ

مؤلّف
امامِ ربّانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرّہٗ

دارُ الکتاب دیوبند

(مسلم ص ۱۹۶، ج ۱، ابوداؤد، نسائی) بلکہ آپ نے گدھے پر نماز ادا فرمائی۔ یہ قول وفعل کا تضاد کیوں ہے۔

(۱۹۶) آپ نے فرمایا کہ کتا سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسلم ص ۱۹۷، ج ۱) لیکن آپ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔

(۱۹۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت نماز میں اونٹنی کا بچہ دان ڈالدیا گیا۔ اس پر باب یوں باندھتے ہیں۔ جب نمازی کی پیٹھ پر پلیدی یا مردار (نماز میں) ڈال دیا جائے تو نماز نہیں بگڑے گی۔ اور عبداللہ بن عمرؓ جب نماز کے اندر اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو اس کپڑے کو اُتار کر ڈال دیتے، اور نماز پڑھے جاتے۔ اور سعید ابن المسیبؒ اور عامر شعبیؒ نے کہا کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ لے، اور اس کے کپڑے میں خون لگا ہو یا منی لگی ہو تب بھی نماز نہ لوٹائے (بخاری مترجم ص ۱۹۶ ج ۱، باب نمبر ۱۶۷)

(۱۹۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی حضرت امامہؓ کو اُٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے (بخاری ومسلم)۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ لڑکے یا لڑکی یا کسی اور پاک جانور کا فرض یا نفل نماز میں اُٹھانا درست ہے، اور امام ومقتدی اور منفرد سب کے لئے جائز ہے اور مالکیہ نے اس کا جواز نفل نماز سے خاص کیا ہے لیکن یہ لغو ہے، کیونکہ خود حدیث سے ثابت ہے کہ آپ امام تھے اور امامہؓ کو اُٹھائے ہوئے تھے۔

بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ بعض نے کہا کہ ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا۔ مگر یہ سب باتیں باطل اور مردود ہیں اور حدیث سے اس امر کا جواز ثابت ہے کہ قواعد شرعیہ کے یہ امر خلاف نہیں کیونکہ آدمی پاک ہے اور بچے کے بدن اور کپڑے کو پاک سمجھنا چاہیئے جب تک نجاست پر کوئی دلیل نہ ہو۔ (حاشیہ صحیح مسلم ص ۱۱۷، و ۱۱۸، ج ۲)

(۱۹۹) آپ کے مذہب میں کتا اور خنزیر پاک ہیں (عرف الجادی ص ۱۰) پھر ان

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ
غیر مقلدین
کی
غیر مستند نماز
تالیف
مناظر اسلام حضرت مولانا
محمد امین صفدر
اوکاڑوی صاحبؒ

بھی قیاس سے یہ ہی سمجھ لے کہ پھر بھی بلانا اس اجرت میں چاہتا ہے اور بالاعلان ظاہر نہ کیا اور طبیب نے اسی وقت یہ سمجھ لیا کہ اس اجرت میں پھر نہیں آؤں گا یہ نذرانہ طبیب کو لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- جو کچھ طبیب کو دے چکا ہے وہ بظاہر حال ایک دفعہ کی اجرت ہے ۔

بے حیا ہی عورت کا حمل گرانا

سوال :- ایک بے حیا ہی عورت کو حمل رہ گیا اب بوجہ بے عزتی کے خفیہ کرنا اور ساقط کرنا چاہتی ہے ایسی صورت میں علاج اسقاط کرنا اور کرانا گناہ ہو گا یا نہیں ؟

جواب :- اگر اس میں جان پڑ گئی ہے تو پھر اسقاط میں سعی کرنا بے شک سخت گناہ اور بحکم قتل ہے ہرگز ایسی دوا درست نہیں ہے ۔

کسی شخص کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اور پاؤں چومنا

سوال :- کسی شخص کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا اور پاؤں پکڑنا اور چومنا تعظیماً درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے اور حدیث سے ثابت ہے ۔ فقط

پیشہ وکالت

سوال :- وکیل اور آج کل کے وکیل کہ جو اپنے موکل کی ایمانداری اور سچ ہونے پر کچھ لحاظ نہیں کرتے بلکہ محض اپنا محنتانہ مقدم سمجھتے ہیں چاہے فریقین کی بے ایمانی ہو چاہے فریق ثانی کی حق تلفی ہو جھوٹی گواہی دیں اور دلوائیں صرف اپنے محنتانہ کی غرض سے جیسے کہ آجکل کے وکیل ہیں تو فرمائیے کہ اُن کے یہاں کا کھانا اور اُن سے محبت رکھنا جائز ہے یا نہیں ۔

جواب :- اس زمانہ کی وکالت اور محنتانہ حلال نہیں اُن کا کھانا بھی اچھا نہیں مگر بتاویل فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مسلمان کی عزت بچانے کے لئے جھوٹ بولنا

سوال :- اگر کوئی شخص گرفتار ہوتا ہو اور وہ گرفتاری ناحق ہو یا اُسکی بے عزتی ہوتی ہو تو اُسکو جھوٹ بول کر چھڑا لینا جائز ہے یا نہیں عند اللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں ؟

جواب :- اس کا بھی یہی جواب ہے اور احیاء العلوم میں ایسے موقع پر کہ قتل مسلم ناحق ہوتا ہو اور بدوں کذب کے نجات نہ ہو تو کذب کو فرض لکھ دیا ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کچہری میں جھوٹ بولنا

سوال :- ایک مقدمہ امر واقعی اور سچا ہے اور قاعدہ قانون انگریزی کے خلاف ہے اس میں اپنے استغاثے حق کے واسطے اگر تھوڑا سا کذب ملا یا جاوے تو جائز ہے یا نہیں ۔

جواب :- لیا حق کے واسطے کذب درست ہے مگر تا امکان تعریض سے کام لے اگر ناچار ہو تو کذب صریح بولے ورنہ احتراز رکھے ۔ فقط

اپنا حق ثابت کرنے کے لئے جھوٹ کہنا یا کسی سے کہلوانا

سوال :- اپنا حق ثابت کرنے کے واسطے خود جھوٹ بولنا یا دوسروں سے جھوٹ بلوانا درست ہے یا نہیں ۔

جواب :- اگر راستی سے حق تلف ہوتا ہو تو تعریض سے جھوٹ بول کر لینا حق کرنا مباح ہے مگر صریح کذب سے بچے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

- فتاوی رشیدیہ، مکمل مبوب
- سبیل الرشاد
- ہدایۃ الشیعہ
- زبدۃ المناسک
- فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب دار الاسلام
- لطائف رشیدیہ
- ہدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی
- القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ
- الحق الصریح فی اثبات التراویح
- فتوی مولد شریف
- ردّ الطغیان فی اوقاف القرآن
- تعداد رکعات تراویح
- اوثق العری فی تحقیق الجمعۃ فی القری
- فتوی احتیاط الظہر

تحقیق یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ

سوال (۳۰۶) کلمہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے ورد کے متعلق جناب کی رائے مبارک کیا ہے، قرآن کریم کی صدہا آیات ظاہری طور پر تو اس کے مخالف نظر آتی ہیں اور نیز حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ جیسے متبحر عالم اور صوفی بھی اس سے منع کرتے ہیں، گو دوسری طرف شاہ غلام علی شاہ صاحب اور حضرت مرزا جان جاناں صاحب جیسے اعلیٰ درجہ کے صوفی اسکے عامل نظر آتے ہیں، خود اعلیٰ درجہ کے علماء اور فضلاء اور صوفیاء میں ایسے اہم مسائل کے متعلق اختلاف دیکھ کر ہمارے جیسے کم علم جن کو دینی بصیرت کما حقہ حاصل نہیں، حیران اور سرگرداں رہ جاتے ہیں، اور یہ اختلاف حنفی شافعی مالکی حنبلی یا مقلدین اور غیر مقلدین کے خفیف اختلافات سے کوئی تشابہ نہیں رکھتا، اس کا ایک فریق تو زبردست دلائل سے اس کو شرک ٹھہراتا ہے اور دوسرا فریق ایک لائق پلیڈر کا پارٹ لیکر اس کی حمایت کے واسطے ویسے ہی زبردست دلائل پیش کرتا ہے، امید ہے کہ جناب بندہ نوازی فرما کر اس کے متعلق رائے مبارک کا اظہار فرمادیں گے ؟

الجواب۔ ایسے امور و معاملات میں تفصیل یہ ہے کہ صحیح العقیدہ سلیم الفہم کے لئے جواز کی گنجائش ہوسکتی ہے، تاویل مناسب کرکے، اور سقیم الفہم کیلئے بوجہ مفاسد اعتقادیہ وعملیہ کے اجازت نہیں دی جاتی، چونکہ اکثر عوام بدفہم اور کج طبع ہوتے ہیں ان کو علی الاطلاق منع کیا جاتا ہے، اور منع کرنے کے وقت اس کی علت اور مدار نہی کو اس لئے بیان نہیں کیا جاتا کہ قیاس فاسد کرکے ناجائز امور کو جائز قرار دے لیں گے، جیسے عوام کی عادت ہے کہ دو امروں کو جن میں تفاوت ہے مساوی سمجھ کر ایک کے جواز سے دوسرے پر بھی جواز کا حکم لگالیتے ہیں، اس لئے ان کو مطلقاً منع کیا جاتا ہے، اس قاعدہ کے دریافت کرلینے کے بعد ہزارہا اختلاف جو ان امور میں واقع ہیں ان کی حقیقت منکشف ہوجاوے گی، اس کی ایسی مثال ہے کہ بوجہ رداءت اکثر مزاجوں کے کوئی ڈاکٹر کسی فصلی چیز کے کھانے سے عام طور پر منع کردے مگر خلوت میں کسی خاص صحیح المزاج آدمی کو بعض طرق وشرائط کے ساتھ اسی چیز کی اجازت دیدیں، اس تقریر سے مانعین ومجوزین کے اقوال میں تعارض نہ رہا، مگر یہ اجازت عوام کے حق میں سم قاتل ہے۔ (امداد، ج:۴، ص:۳۳)

تحقیق مسئلہ ارادہ رضا

سوال (۳۰۷) بعد آداب بصد نیاز گذارش ہے کہ کل بتاریخ ۲۶/ اپریل وقت بارہ بجے دن کے دولڑکے توام پیدا ہوئے، ان میں سے ایک مرگیا دوسرا زندہ ہے اس موقع پر جو خیال میرے دل میں

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

بترتیب جدید

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانیٔ جامعہ دار العلوم کراچی و مفتیٔ اعظم پاکستان

مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

ہو کر لوگوں کو اس تک پہونچا تا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس مقام کو برزخ البرازخ کہتے ہیں اور اس میں وجوب و امکان مساوی ہیں کسی کو کسی پر غلبہ نہیں مَرَجَ[1] الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ اس مرتبہ پر پہونچ کر عارف عالم پر متصرف ہو جاتا ہے۔ اور سَخَّرَ[2] لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ ذی اختیار ہو جاتا ہے اور خدا کی جس تجلی کو چاہتا ہے اپنے اوپر کرتا ہے اور جس صفت کے ساتھ چاہتا ہے متصف ہو کر اس کا اثر ظاہر کر سکتا ہے چونکہ اس میں خدا کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور خدا کے اخلاق سے وہ مزین ہے اور اس نے جمال اَسْبَغَ[3] عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً کو دیکھا ہے اور نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہو گیا اس وجہ سے حال اس کے تابع ہو گیا ہے۔

قطعہ

ہیچ[4] کس ایں درد را درماں نیافت	ہیچ کس ایں راہ را پایاں نیافت
اے برادر بے نہایت درگہے ست	ہرچہ بروی می رسی بروی ماست

فائدہ ۔ سالک کو ذکر زبانی و دلی میں تنہائی اور مجمع میں باآواز اور بلا آواز رات دن مشغول رہنا چاہئے تاکہ اپنے کو اور اپنے ذکر کو بالکل بھول جائے اور محو کر دے انشاء اللہ ذاکر کے دل پر لاتعداد انوار و اسرار الہٰی جلوہ فرما ہوں گے اور ان انوار کی روشنی میں جمال کا لطف اور تجلّی حق حاصل ہوگی اور اپنے مقصد میں کامیابی ہوگی۔

فائدہ ۔ مگر اس جگہ ہوشیار رہنا چاہئے اور مراقبہ کرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نور کی طرف متوجہ ہو جائے جو مطلوب نہیں ہے اور لطف اٹھا کر خسارہ اٹھائے اور رشک معشوقیت سے جل جائے اگرچہ خدا کے انوار صرف جلالی نہیں ہیں جمالی بھی ہیں مگر حفظ مراتب ضروری ہے اور اچھے برُے میں امتیاز کرنا چاہئے ورنہ کفر اور زندیقیت کا ڈر ہے لہٰذا اچھے برے انوار کے علامات اور آثار جاننا چاہئیں۔

اچھے اور بُرے انوار آثار کی کیفیت

جب سالک کا دل خدا کا ذکر کرنے لگتا ہے اور ذکر تمام اعضاء میں سرایت کر جاتا ہے

[1] جو دو دریا ایک دوسرے سے ملتے ہیں انکو ملا دیا ان کے بیچ میں ایک پردہ یعنی حد ہے جس سے تجاوز نہیں کر سکتے ہیں ۱۲ شہید
[2] جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے اس کو تمہارے قبضہ اور تمہارے اختیار میں کر دیا ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید [3] خدا نے اپنی ظاہری اور پوشیدہ نعمتیں تم کو عنایت فرمائیں ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید [4] اس مرض کی کوئی دوا نہیں ہے اس راستہ کی کوئی انتہا نہیں ہے اس درگاہ کی کوئی نہایت نہیں جس پر تم پہنچو اس پر رک نہ جاؤ یعنی خدا کے عشق کا کوئی علاج سوائے (باقی صفحہ ۳۷ پر)

کلیاتِ امدادیہ

یعنی دس کتابوں کا مجموعہ

جو تصوف و سلوک، تذکیہ نفس اور اصلاح اخلاق میں
بے نظیر اور اس فن کی بنیادی اور مشہور کتابیں ہیں

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

اردو بازار ٥ ایم اے جناح روڈ ٥ کراچی پاکستان فون 2631861

قبروں سے مدد چاہنا

(ب)لوگ قبروں پر جا کر ان سے دنیا کے کاموں میں مدد اور اعانت چاہتے ہیں اور قبروں پر جانے میں بالکل یہی اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ ہمارے مدد ومعاون ہو جائیں گے،سو یہ اور بھی بے ادبی ہے،اس لیے کہ وہ حضرات مقرب ہیں،جب دنیا میں زندہ رہ کر دنیوی تذکروں اور جھگڑوں کو پسند نہیں فرماتے تھے،تو اب عالم آخرت میں جا کر کیسے پسند کریں گے؟ جب کہ امور آخرت میں مستغرق (ڈوبے ہوئے) بھی ہوں اور ایسی حالت میں ان سے دنیوی قصوں میں مدد چاہنا دین کے خلاف تو ہے ہی وہ عقل کے بھی خلاف ہے،کیونکہ جب دنیا ان کے پاس نہیں رہی تو ان سے دنیا مانگنا یا دنیوی کاموں میں مدد یا اعانت کی خواہش کرنا کیسے تسلیم کر سکتی ہے؟ ہاں! ان سے وہ چیزیں مانگو جو ان کے پاس ہوں تو اب بھی صاحب نسبت ان سے فیض حاصل کر سکتا ہے اور روپیہ اور بیٹا تو ان کے پاس ہے بھی نہیں،پس وہ تم لوگوں کو کیسے دیں گے؟ کوئی قبر کھول کر دیکھے تو وہاں ایک روپیہ بھی نہ ہوگا،تو پھر ایسی چیزیں ان سے مانگنا جو ان کے پاس بھی نہیں،کیسی بے عقلی کی بات ہے؟ رہا یہ خیال کہ وہ دعا کریں گے،تو ایسا کون خیال کرتا ہے؟ کوئی بڑا ہی خوش عقیدہ ہوگا کہ اس خیال سے قبروں پر جاتا ہوگا،ورنہ عام عقیدہ تو یہی ہے کہ وہ خود دیتے ہیں۔

ایک حکایت

چنانچہ کانپور میں ایک بڑھیا ایک شخص کے پاس آئی کہ بڑے پیر صاحب کی نیاز دے دو،انہوں نے کہا کہ بڑی بی نیاز تو اللہ میاں کی دیے دیتا ہوں اور ثواب بڑے پیر کو پہنچائے دیتا ہوں،اس نے جواب دیا کہ نہیں اللہ میاں کی نیاز تو دلا چکی ہوں اس پر بڑے پیر ہی کی نیاز دے دو،اس سے صاف ظاہر ہوا کہ عوام بزرگوں کو صاحب اختیار بالاستقلال سمجھتے ہیں،اسی طرح ایک مرتبہ جامع مسجد میں ایک بڑھیا آئی اور کہنے لگی کہ ایک پرزہ تعزیہ پر لٹکانے کو لکھ کر دو،ہم نے کہہ دیا کہ یہاں کسی کو ایسا پرزہ نہیں لکھنا آتا،ایک اور قصہ مجھے یاد آیا۔ایک صاحب یہاں تک بیان کرتے ہیں کہ میں نے تعزیہ میں ایک پتلا موم کا رکھا دیکھا،قصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عرضی لٹکائی اور اولاد کی درخواست کی،ایک شخص نے اس عرضی کے نیچے یہ جواب لکھ دیا کہ تمہاری بیوی بانجھ ہے،اسے طلاق دے کر دوسری شادی کرلو اور یہ شعر لکھ دیا:

زمین شور سنبل بر نیاید
در و تخم عمل ضائع مگر داں

اسلام پر اعتراضات و شبہات پر عقلی و نقلی جامع اور
دلچسپ جوابات علماء و عوام کے لیے یکساں مفید

اشرف الجواب

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

مکتبہ عمر فاروقؓ
شاہ فیصل کالونی ۔ کراچی

مقام سہارنپور میں شاید اسی غرض سے قیام پذیر ہیں اس لئے آپ بذریعہ حافظ قمرالدین صاحب یا کسی اور معتبر شخص کے ذریعہ سے فقیر کی مثنوی کو سہارنپور سے اپنے پاس منگوا کر رکھ لیں۔ اس بارے میں توقف نہ فرماویں وخط بنام مولوی عبداللہ صاحب ومولوی ابواحمد صاحب بھی جاتا ہے آپ دونوں خط کے پڑھنے کے مجاز ہیں۔

(مہر) دازمکہ معظمہ دہم رمضان شریف روز دوشنبہ ۱۳۱۰ھ ہجری۔

عرض داشت از حضرت قطب العالم مولانا گنگوہی قدس سرہ بخدمت مرشد برحق قدوۃ الواصلین اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ

مکتوب نمبر ۱۳

حضور نے جو بندۂ نالائق کے حالات سے استفسار فرمایا ہے۔ میرے ماوائے دارین اس ناکس کے کیا حالات اور کس درجہ کی کوئی خوبی ہے جو آفتاب کمالات کے روبرو عرض کروں۔ بخدا سخت شرمندہ ہوں کچھ نہیں ہوں مگر جو ارشاد حضرت ہے تو کیا کروں بنا چارے کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

حضرت مرشدِمن علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دُور ہوئے غالباً عرصہ سات سال سے کچھ زیادہ ہُوا ہے اس سال تک دو سو سے چند عدد زیادہ آدمی سندِ حدیث حاصل کر کے گئے اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انہوں نے درس جاری کیا اور سُنّت کے احیاء میں سرگرم ہُوئے اور اشاعتِ دین ان سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہو جاوے۔ اور حضرت کے اقدامِ نعلین کی حاضری کے ثمرہ کا یہ خلاصہ ہے کہ بجز قلب میں غیرِ حق تعالیٰ سے نفع وضرر کا التفات نہیں۔ واللہ بعض اوقات اپنے مشائخ کی طرف سے علیحدگی ہو جاتی ہے لہٰذا کسی کے مدح وذم کی پرواہ نہیں رہی۔ اور ذام ومادح کو دُور جانتا ہوں اور معصیت کی طبعًا نفرت اور اطاعت کی طبعًا رغبت پیدا ہو گئی ہے اور یہ اثر اسی نسبت یادداشت بیرنگ کا ہے جو مشکوٰۃ انوار حضرت سے پہنچا ہے۔ پس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے۔ یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہُوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے، تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں۔ اور وہ جو میں ہے وہ تُو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اب عرض سے معذور فرما کر قبول فرمائیں۔

والسلام ۱۳۰۶ھ ہجری

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسول کا سُرمہ لگائیں ہم

⑮ مسجدِ نبوی میں دوگانۂ شکر ادا کرتے، سجدۂ شکر بجا لاتے، روضۂ اقدس کی شمعِ روشن کا اپنی جانِ حزیں کو پروانہ بناتے۔ ⑯ آپ کے روضۂ اطہر اور گنبدِ خضرا کے اس حال میں مستانہ اور بے تابانہ چکر لگاتے کہ دل صد مہائے عشق اور وفورِ شوق سے پاش پاش اور چھلنی ہوتا۔ ⑰ حریم قدس اور روضۂ پُرنور کے آستانۂ محترم پر اپنی بے خواب آنکھوں کے بادلوں سے آنسو برساتے اور چھڑکاؤ کرتے۔ ⑱ کبھی صحنِ حرم میں جھاڑو دے کر گرد و غبار کو صاف کرنے کا فخر اور کبھی وہاں کے خس و خاشاک کو دور کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔ ⑲ گو گرد و غبار سے آنکھوں کو نقصان پہنچتا ہے مگر ہم اس سے مردمکِ چشم کے لئے سامانِ روشنی مہیا کرتے اور گو خس و خاشاک زخموں کے لئے مُضر ہے مگر ہم اس کو جراحتِ دل کے لئے مرہم بناتے۔ ⑳ آپ کے منبر شریف کے پاس جاتے اور اس کے پائے مبارک کو اپنے عاشقانہ زرد چہرے سے مَل مَل کر زرّیں و طلائی بناتے۔ ㉑ آپ کے مُصلّائے مبارک و محرابِ شریف میں نماز پڑھ پڑھ کر تمنّائیں پوری کرتے اور حقیقی مقاصد میں کامیاب ہوتے اور مُصلّے میں جس جائے مُقدّس پر آپ کے قدم مبارک ہوتے تھے اس کو شوق کے اشکِ خونیں سے دھوتے ㉒ آپ کی مسجدِ اطہر کے ہر ستون کے پاس ادب سے سیدھے کھڑے ہوتے اور صدیقین کے مرتبہ کی درخواست و دعا کرتے۔ ㉓ آپ کی دل آویز تمنّاؤں کے زخموں اور دل نشین آرزوؤں کے داغوں سے (جو ہمارے دل میں ہیں) انتہائی مسرّت کے ساتھ ہر قندیل کو روشن کرتے۔ ㉔ اب اگرچہ میرا جسم اس حریم انور و شبستانِ اطہر میں نہیں ہے لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ روح وہیں ہے۔ ㉕ میں اپنے خود بیں و خود رائے نفسِ اَمّارہ سے سخت عاجز

فضائلِ درودِ شریف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
نور اللہ مرقدہ

والی دلیل کے نص میں منحصر ہونے کے دعوی سے دست بردار ہونا پڑے گا، اور وہ مجبور ہوں گے کہ ان دونوں چیزوں کی پیروی کا واجب ہونا، قرآن وحدیث کے علاوہ کسی اور دلیل سے ثابت کریں: اس صورت میں ہم بھی تقلیدِ شخصی کا وجوب اسی دلیل سے ثابت کریں گے، جس سے وہ قرآن وحدیث کا واجب الاتباع ہونا ثابت کریں گے۔

وہ دلیل جس سے بٹالوی صاحب قرآن و رسول کو واجب الاتباع ہونا ثابت کریں گے، وہ کوئی نص تو ہو نہیں سکتی، کیونکہ نص یعنی دلیل نقلی قرآن وحدیث میں منحصر ہے، ——— ہاں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مَہبِطِ وحی قرار دے، اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے آپ کو نبی و رسول بتلائے، اور یہ دعوی کرے کہ مجھ پر بذریعہ وحی نص نازل ہوئی ہے کہ قرآن کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہے، تو یہ اور بات ہے، مگر کسی مسلمان سے اس کی کیسے توقع کی جاسکتی ہے؟! ——— پس لامحالہ بٹالوی صاحب مجبور ہوں گے کہ کتاب اللہ اور رسول اللہ کی پیروی کا واجب ہونا یا تو اجماع امت سے ثابت کریں یا دلیل عقلی سے، کیونکہ یہ دونوں چیزیں بھی حجتِ شرعیہ ہیں اس صورت میں حضرت قدس سرہ بھی تقلیدِ شخصی کا وجوب اُنہی دلیلوں سے ثابت کر دکھائیں گے۔

دفعۂ خامس: ——— آپ ہم سے وجوبِ تقلید کی دلیل کے طالب ہیں ہم آپ سے وجوبِ اتباعِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، و وجوبِ اتباعِ قرآنی کی سَنَد[1] کے طالب ہیں، اگر ایک ان میں سے دوسرے کے لئے وجوبِ اتباع کی سند ہے تو پھر اس کے وجوب اتباع کی کیا سند؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب الاتباع ہونا اگر قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے، تو قرآن شریف کا واجبُ الاتباع ہونا کہاں سے ثابت ہوا؟ اور قرآن شریف کا واجب الاتباع ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب الاتباع ہونا کہاں سے ثابت ہوا؟ بجز اس کے کہ آپ اپنے آپ کو یا اپنے اَقْرَان[2]

---

[1] سَنَد: دلیل [2] اَقْرَان: قِرن کی جمع ہے: ہم عمر لوگ، مُعاصرین، اَمْثال، مِثْل کی جمع ہے: مانند، ہم صورت، مَہبِط: اُترنے کی جگہ

یعنی

غیر مقلدوں کے دس سوالات
اور ان کے تحقیقی جوابات

تالیف

امام حریت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی قدس سرہ

تسہیل: مولانا سعید احمد پالنپوری محدث دارالعلوم دیوبند

ترتیب: مولانا محمد امین پالنپوری استاذ دارالعلوم دیوبند

قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ کراچی ۱

ازالہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا جیسے آخری اولاد اور آخری بیٹے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بعد کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ سے پہلے پیغمبر ہوئے۔ البتہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کے بعد پیدا ہوئے لہٰذا مرزا صاحب کا وجود تو ختمِ نبوت کے منافی ہوگا لیکن حضرت عیسیٰ کا نزول ختم نبوت کے معارض نہ ہوگا۔
حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں بہت سے پیغمبر پیدا ہوئے مگر سب سے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر اترے اور یہاں آکر دل گھبرایا تو حضرت جبریل نے اذان دی اور اس میں اشھد ان محمد رسول اللہ کہا تو حضرت آدمؑ نے حضرت جبریلؑ سے پوچھا کہ محمدؐ کون ہیں تو یہ جواب دیا:۔

آخر ولدک من الانبیاء (رواہ ابن عساکر) پیغمبروں میں آپ کے آخری بیٹے ہیں۔

یعنی آپ کی اولاد میں سب سے آخری نبی آپ پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی ہو چکے البتہ ان کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ طویل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صدہا سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ابھی زندہ ہیں۔ اخیر زمانہ میں امت محمدیہ کا ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے نازل ہوں گے نبی ہونے کی حیثیت سے نزول نہ ہوگا۔ نزول کے بعد اپنی نبوت و رسالت اور اپنی کتاب یعنی انجیل اور اپنی شریعت کی طرف سے کسی کو دعوت نہیں دیں گے بلکہ خاتم النبیین کا نائب بن کر لوگوں کو خالص قرآن و حدیث کے احکام پر چلائیں گے اور خود بھی شریعت محمدیہ کے اتباع اور

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ اسلامیات ○ لاہور

کر دی تو مولانا کو اس پر بہت غیظ آیا اور فرمایا کہ یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند اس جملہ کو چند بار تکرار فرمایا اس وقت حاجی محمد عابد صاحب حجرہ کے اندر بیٹھے ہوئے اس کلمہ کو سن رہے تھے وہ گھبرا کر باہر نکلے اور کہنے لگے کہ حضرت کیا فرما رہے ہو مولانا نے دریافت فرمایا کہ کیا کہا ہے حاجی محمد عابد صاحب نے وہی جملہ سنا دیا کہ یوں فرما رہے تھے مولانا نے فرمایا کہ اب تو یوں ہی ہوگا اس کے بعد اس کثرت سے وبا پھیلی کہ بیس بیس پچیس پچیس جنازوں کی نماز ایک دفعہ ہوتی تھی پس دیوبند خالی ہی ہو گیا جب یہ وبا ختم ہو گئی تو آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں تو سمجھا تھا کہ میرا ابھی وقت آ گیا ابھی دیر ہے بس اس کے بعد اپنے وطن نانوتہ پہنچے اور وہیں جا کر مبتلائے مرض ہو کر واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

<u>حکایت (۳۶۵)</u> فرمایا کہ مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب ہی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادہ بہت تیز مزاج تھے) کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہو گئی یاد رکھو کہ اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتے پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔

<u>حکایت (۳۶۶)</u> فرمایا کہ میرٹھ مطبع مجتبائی میں ایک مقام پر مولانا محمد یعقوب اور مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہما ایک جگہ ہی ٹھہرے ہوئے تھے مگر مولانا نانوتوی تو نیچے کے درجہ میں تھے اور مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اوپر کے درجہ میں تھے کہ ایک رنڈی اپنی چھوکری کو جو سیانی تھی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے خاندان کے
تمام مشائخ اور اکابر علماء و مشائخ دیوبند کے حالات
وحکایات پر نہایت مستند اور دلچسپ کتاب

ارواحِ ثلاثہ
یعنی
حکایاتِ اولیاء

حکیم الامت مجدد الملت
حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

مکتبہ عمر فاروق

اوروں کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہے اُسکے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا اور وجہ اسکی یہی ہوتی ہے کہ اُس پر مراتب عہدجات ختم ہوجاتے ہیں ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہے اُسکے ماتحت ہوتا ہے اسلئے اُسکے احکام اوروں کے احکام کے ناسخ ہونگے اوروں کے احکام اُسکے احکام کے ناسخ نہونگے اور اسلئے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکام ماتحت کے بعد میں آتی ہے اور اسلئے اُسکا حکم اخیر حکم ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے پارلیمنٹ تک مرافعہ کی نوبت سبھی کے بعد میں آتی ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے دعوے خاتمیت نہ کیا کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے کیا۔ چنانچہ قرآن وحدیث میں یہ مضمون تصریح موجود ہے سوا آپکے اور آپسے پہلے اگر دعوے خاتمیت کرتے تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کرتے مگر دعوےٰ خاتمیت تو درکنار اُنہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کا سردار آنیوالا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی خاتمیت کا انکار کیا بلکہ خاتم کے آنے کی بشارت دی کیونکہ سب کا سردار خاتم الحکام ہوا کرتا ہے اور درصورت مخالفت رائے اُسکے احکام آخری احکام ہوا کرتے ہیں چنانچہ مرافعہ کرنیوالوں کو خود ہی معلوم ہے جب افضلیت محمدی اور خاتمیت محمدی دونوں معلوم ہوگئیں تو اب یہ گزارش ہے کہ فقط افضلیت محمدی کمالات ہی میں واجب التسلیم نہیں بلکہ معجزات میں بھی افضلیت محمدی واجب الایمان ہے اور کیوں نہو معجزات خود آثار کمالات ہوتے ہیں اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے مردے زندہ ہوگئے اور حضرت موسےٰ علیہ السلام سے عصائے بے جان اژدہائے جاندار بنگیا تو کیا ہوا رسول اللہ صلعم کے طفیل سے کبھی کا سوکھا کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہوگیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک زمانہ تک رسول اللہ صلعم جمعہ کے روز اپنی مسجد کے ایک ستون کے ساتھ جو کھجور کا تھا پشت لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب ممبر بنایا گیا تو آپ اُس ستون کو چھوڑ کر ممبر پر خطبہ پڑھنے تشریف لائے

وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

الحمد للہ والمنۃ کہ مجموعہ تقریرات اعتراضات المش [illegible]

مباحثہ شاہجہانپور

کہ رئیس المتکلمین جناب سیدنا مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مجمع الخیرات با پنڈت دیانند
و منشی اندرمن و پادری اسکاٹ مفسر انجیل و پادری نولس صاحبان وغیرہ
در ۱۲۹۵ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بمقام شاہجہانپور کردہ بودند

بماہ جنوری سنہ ۱۸۹۱ع

بمطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید

طلب آکر ناک رگڑتا ہے اور کوئی بوجہ علم دیگر سر جھکاتا ہے غرض جیسے اُدھر کمالات گوناگوں ہیں۔ ایسے ہی اِدھر احتیاجات بوقلموں ہیں۔ مگر خدا کی صفات کا کوئی ٹھکانا نہیں ایسے ہی بندہ کی احتیاجات کی کچھ انتہا نہیں۔ سو ہر صفت کے مقابل میں بالتفصیل یا بالاجمال عجز و نیاز عبادت ہو تو عبادت پوری ہے ورنہ ادھوری۔

خدا کی عبادت کس طرح کرنی چاہیے کہ معتبر ہو

سو بالتفصیل تو اس لئے ممکن نہیں کہ صفات غیر متناہی کے مقابلہ میں زمانہ بھی غیر متناہی ہی چاہئے۔ ہاں بالاجمال ممکن ہو پر اسی شخص سے جو خاتم المراتب ہو۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ صفات میں باہم ترتب ہے۔ قدرت کا تعلق ارادہ کے تعلق پر موقوف ہے اور ارادہ کا تعلق علم کے تعلق پر موقوف ہے اور علم کا تعلق نہ ارادہ و قدرت کے تعلق پر موقوف ہے اور نہ کسی اور کے تعلق پر موقوف ہے اور پھر یہ توقف ایسا ہے کہ ارادہ و قدرت کا تعلق بے تعلق علم متصوّر نہیں اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ ارادہ و قدرت کا تحقق بھی علم کے تحقق پر موقوف ہے۔ ورنہ باہم تحقق میں استغنا ہوتا تو تعلق میں خواہ مخواہ ضرورت نہ ہوتی۔ رنگ کا تعلق کپڑے کے ساتھ اسی وجہ سے خواہ مخواہ رنگریز کے ہاتھ کے تعلق پر موقوف نہیں یوں بھی کپڑے کا رنگین ہو جانا ممکن ہے۔ اگر ہوا کے باعث ظرف رنگ میں کپڑا جا پڑے تو جب بھی وہی بات ہے جو رنگریز کے ڈال دینے میں ہوتی ہے۔ مگر یہ لے ہے تو پھر باہم صفات مذکورہ میں اسی قسم کا فرق ہوگا جس قسم کا دھوپ اور شعاع میں ہوتا ہے یعنی جیسے دھوپ ف ایک انتہائی شعاع آفتاب کا نام ہے اور اس سے دھوپ کا تحقق شعاعوں کے تحقق پر موقوف ہے۔ ایسے ہی صفات موقوفہ صفات موقوفہ علیہا سے یہی نسبت رکھتے ہوں گے اور اس وجہ سے فوقیت و تحتیت کے مرتبے باہم پیدا ہو جائیں گے۔ صفات موقوفہ مرتبہ تحتانی میں ہوں گی اور صفات موقوفہ علیہا مرتبہ فوقانی میں اور ادھر مخلوقات میں بایں وجہ کہ ان میں جو کچھ ہے وہ عطائے خدا یعنی ظہور صفات ہے (چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہوں) اور پھر فرق قابلیت ہے تو باہم ظہور صفات مذکورہ میں تفاوت ہوگا۔

سو جس میں اس صفت کا زیادہ ظہور ہو جو خاتم الصفات ہو یعنی اس سے اوپر اور صفت ممکن الظہور یعنی لایق انتقال و عطائے مخلوقات نہ ہو۔ وہ شخص مخلوقات میں خاتم المراتب ہوگا اور وہی شخص سب کا سردار اور سب سے افضل ہوگا۔ ایسے شخص سے البتہ بالاجماع عجز و نیاز کامل ادا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ظہور کامل کے لئے قابل میں بھی وسعت کامل چاہئے وجہ اس کی یہ ہے جب حقیقت ظہور وہ حصول عطا ہو

لے یعنی جب آپس میں ایک دوسرے سے استغنا نہیں بلکہ ایک صفت کا تعلق دوسری صفت سے اس طرح ہے کہ اس کے بغیر اس کا پایا جانا ممکن نہیں ۱۲

ف آفتاب کی سب سے آخری اور دور کی شعاع کو دھوپ کہتے ہیں ۱۲

انما انا قاسم واللہ یعطی

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب فیض مستطاب

انتصار الاسلام

محشی ومعنون

افاضات مبارکہ قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

مجدد الف ثانیؒ

حضرت مجدد صاحبؒ کی تاریخی حیثیت سے کتنی ہی طویل و عریض سوانح لکھی جائے لیکن ساری سوانح حیات کی وہ روح جس سے اُن کی ذات گرامی دنیا میں آفتاب بن کر چمکی اور آج بھی اپنے اندر وہی جذب مقناطیسی کا اثر رکھتی ہے۔ صرف ایک ہی صفت جمیلہ ہے جو اُن کے اس لقب مجدد سے نمایاں ہے۔ کسی ذات کا مجدد مان لینا اُس کے غیر معمولی کمالات علمیہ وعملیہ کا اقرار کر لینا ہے۔ کیونکہ تجدید دین کا منصب اصلی تو انبیاءؑ کا ہے اور پھر اس میدان کے مرد وہ ہیں جو نبوت کے ترکہ کے وارث بن کر اُس سے کوئی غیر معمولی حصہ پائیں۔ پس جس طرح کسی ذات کو نبی مان لینے سے اُس کے لئے تمام بشری کمالات کا اقرار خود بخود لازم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی کو مجدد تسلیم کر لئے جانے سے اس میں وراثت نبوت کے غیر معمولی حظوظ کا اعتراف بھی خود بخود ہی لازم ہو جاتا ہے۔

منصب نبوت سے عہدۂ مجددیت کی اس نسبت کا ہی یہ اثر ہے کہ جس طرح انبیاءؑ کو یہ منصب جلیل کسی اپنی شخصی جدوجہد یا کسی اجتماعی اور جماعتی تجویز سے نہیں ملتا، اسی طرح مجددوں کو بھی عہدۂ تجدید نہ اُن کی اپنی ذاتی جانفشانی ومحنت سے ہاتھ لگتا ہے نہ کسی جماعت کے من سمجھوتہ سے۔ بلکہ یہ محض من اللہ ایک موہبہ عظمیٰ ہوتی ہے جس کے لئے غیبی انتخاب سے افراد چن لئے جاتے ہیں۔ اور مخلوق کے دلوں میں ان کی مقبولیت خود بخود قائم کر دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے انبیاء کرام کے لئے بعثت من اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے جیسے هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یا جیسے حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یا جیسے بَعَثْنَا اِلَيْهِمْ رُسُلًا وغیرہ۔

ٹھیک اسی طرح حدیث نبوی نے مجددوں کے لئے بھی یہی بعثت من اللہ کا کلمہ اختیار کیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (مشکوٰۃ)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آغاز میں اس اُمت میں ایسے لوگوں کو مبعوث کرتا ہے جو اُمت کے لئے دین کی تجدید کریں۔

اور جیسے قرآن نے نبی کا انتخاب من اللہ بتایا ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ ایسے ہی اس حدیث میں مجدد کی نسبت بھی ان اللہ یبعث فرمایا گیا ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان دونوں منصوبوں کا انتخاب من جانب اللہ ہی ہوتا ہے۔

فرق اگر ہے تو یہ کہ نبوت اصل ہے اور تجدید اس کا ظل ہے۔ وہاں الہام قطعی ہے جس کو وحی کہتے ہیں، یہاں ظنی ہے۔ اُس کا منکر خارج از اسلام ہے، اس کا منکر خارج از صلاح وتقویٰ ہے۔ بہرصورت مجددیت، نبوت کا ایک نہایت روشن اور درخشاں پرتو ہے۔ اس لئے مجدد علم وعمل کے لحاظ سے نبی کا سایہ اور اخلاق وملکات

عُلماءِ ہند کا شاندار ماضی

مکمل چار جلد

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ

اسی طرح حدیث شریف میں جو ہے:

"القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفرات النار"

یعنی قبر یا جنت کا ٹکڑا ہوتی ہے، یا دوزخ کا گڑھا تو وہ لوگ اس پر کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں قبر میں کہ یہاں نہ تو پھول ہیں جنت کے، نہ آگ ہے، دوزخ کی، پھر اپنے ظاہر معنوں پر قبر دوزخ کا گڑھا یا جنت کا ٹکڑا کیونکر ہو سکتی ہے؟ غرض یہاں قبر کی جنت و دوزخ میں تو یہ اشکال ہے، رہی آخرت سو وہاں کی دوزخ و جنت میں وہ اشکال ہے، جو میں نے پہلے عرض کیا۔

بہر حال یہ اشکال حل نہیں ہو سکتا جب تک تیسرے عالم کے قائل نہ ہوں، یعنی عالم برزخ کے جس کو عالم مثال بھی کہتے ہیں، کیونکہ وہ مشابہ اس عالم کے بھی ہے یعنی باعتبار آخرت ہے، تو گویا کہ وہ دنیا ہے اور باعتبار دنیا کے گویا وہ آخرت ہے، تو وہ ایسا عالم ہے جیسا کہ باغ کا پھاٹک کہ بہ نسبت اندورنی حصہ باغ کے تو گویا وہ باغ نہیں ہے، لیکن بہ نسبت خارج حصہ باغ کے گویا کہ وہ باغ ہے، یا جیسے حوالات کہ بہ نسبت گھر کے تو وہ جیل خانہ ہے، مگر بہ نسبت جیل خانہ کے پھر بھی گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے عالم مثال کو دنیا کا بھی نمونہ بنایا ہے۔

تو جس وقت انسان مرتا ہے، پہلے اس عالم مثال ہی میں جاتا ہے، وہاں ایک آسمان بھی ہے، مشابہ دنیا کے آسمان کے اور ایک زمین بھی ہے، مشابہ دنیا کی زمین کے اور ایک جسم بھی ہے، مشابہ اس جسم کے، لیکن وہ بھی ہے جسم ہی تو مرنے کے بعد تو روح کے لیے ایک جسم مثالی ہوگا اور آخرت میں جو جسم ہوگا وہ یہی ہوگا جو دنیا میں ہے۔

غرض یہ ایمان ہے ہمارا کہ حشر روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی، یعنی یہی جسم جو ہم اب لیے بیٹھے ہیں جو گل سڑ کر خاک ہو جائے گا، اسی کو حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے پھر تازہ بنا کر محشور فرمائیں گے، لیکن وہاں اس جسم کی خاصیت بدل جائے گی، یعنی اب تو یہ خاصیت ہے کہ ہم جو کھاتے پیتے ہیں، اس کا پیشاب پاخانہ بنتا ہے، بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، یہاں تک کہ ایک دن مر کر فنا ہو جاتا ہے، وہاں گویا ابدی اور خالد ہو جائے گا۔

غرض ایک تو جسم یہاں ہے اور ایک جسم ہے عالم مثال میں اور وہ مشابہ ہے اس جسم کے یہ جسم بعینہ نہیں تو عالم مثال میں بدن بھی مثالی ہے، وہاں کی جنت بھی مثالی ہے، دوزخ بھی مثالی ہے، بس اس عالم مثال ہی کا نام قبر ہے، اب سب اشکال رفع ہو گئے، کیا معنی کہ قبر سے مراد یہ محسوس گڑھا نہیں ہے کیونکہ کسی کو بھیڑیا کھا گیا، کوئی سمندر میں غرق ہو گیا، تو اس صورت میں چونکہ وہ زمین میں دفن نہیں ہوا اس لیے اس کو چاہیے کہ قبر کا عذاب ہی نہ ہو، لیکن اب اشکال ہی نہ رہا، کیوں کہ وہ عالم مثال ہے، وہیں اس کو عذاب قبر بھی ہو جائے گا، اشکال تو جب ہوتا جب قبر سے

مراد یہ گڑھا ہوتا جس میں لاش دفن کی جاتی ہے، حالانکہ اصطلاح شریعت میں قبر گڑھے کو کہتے ہی نہیں، بلکہ عالم مثال کو کہتے ہیں، قبراور وہاں پہنچنا کسی حال میں منتفی نہیں ہے، خواہ مردہ دفن ہو یا نہ ہو اور اس عالم مثال کے نہ جاننے ہی کی وجہ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ عوام کی قبر ذرا بڑی رکھنی چاہیے تاکہ مردہ کو بیٹھنے میں تکلیف نہ ہو، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسی قبر کے اندر مردہ کو بٹھایا جاتا ہوگا، تو بس پھر کیا ہے؟ اگر اپنے دشمن کو ستانا ہو تو اس کی قبر ذرا تنگ بنا دی جائے تاکہ مر کر بھی اسے چین نصیب نہ ہو کیونکہ بعض لوگ اپنے دشمن کے لیے تمنا کرتے ہیں کہ مر کر بھی مصیبت سے نہ بچے تو اچھا ہے، حضرت! یہ جو وسیع قبر شریعت نے تجویز کی ہے، یہ اس بناء پر تھوڑا ہی ہے کہ اس کے اندر مردہ کو بٹھایا جائے گا، جیسے آپ اس وقت بیٹھے ہیں، بلکہ یہ تو محض اکرام اور عزت ہے مومن کی کہ اس کو مر کر بھی بے کار نہ سمجھا گیا، مرنے کے بعد بھی اس کے مرتبے کا لحاظ کیا اور ہر طرح اس کا اکرام کیا یہ نہیں کہ وہاں تھا ٹال دیا، بلکہ یہ حکم ہوا کہ اس کی اس وقت بھی خاطر و تواضع کرو، قبر ایسی بناؤ کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ویسی ہی جگہ اس کے لیے تجویز کرتے، کپڑا ایسا پہناؤ جیسا کہ وہ زندگی میں پہنتا تھا۔ یعنی ویسی ہی صفائی ہو، خوشبو بھی لگاؤ، نہلاؤ دھلاؤ بھی، غرض بنا سنوار کر عزت کے ساتھ اس کو رخصت کرو اور واقعی جیسا مسلمانوں میں مردہ کا اکرام ہوتا ہے کسی قوم میں نہیں ہوتا اور عیسائیوں میں بھی بہت اکرام ہوتا ہے، ان کے ہاں اکرام میں غلو بہت زیادہ ہے، یہاں تک کہ پیٹی بھی کستے ہیں، بوٹ بھی، پٹی بھی، غرض پوری وردی پہناتے ہیں گو وہاں جا کر بھی صاحب بہادر پہرہ دیں گے۔

غرض عیسائیوں کے یہاں تو اکرام میں غلو ہے اور ہندوؤں کے یہاں بالکل بھی اکرام نہیں بلکہ اور الٹی بے حرمتی ہے، یہاں تک کہ بیچارے کا سر بھی پھوڑتے ہیں، خیر وہ بے چارہ تو نہیں ہے، تو واقعی سر پھوڑے جانے کا مستحق۔ بہر حال اسلام میں اعتدال ہے، تو وہ عالم مثال ہے جہاں مرنے کے بعد انسان اول پہنچتا ہے اور وہ مشابہ کچھ اس عالم کے ہے اور کچھ مشابہ عالم آخرت کے ہے، وہیں اس کو فرشتے بٹھلاتے ہیں، وہیں اس سے سوالات کرتے ہیں، وہیں کی زمین اس کو دباتی ہے، وہیں اس کو عذاب و ثواب ہوتا ہے، وہ عالم یہی ہے جس کو حدیثوں میں قبر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور لو میں اب تمہیں کچھ اس کا پتہ بھی بتائے دیتا ہوں جس سے یہی اس کی کچھ حقیقت سمجھ میں آ جائے اور وہ عالم کچھ کچھ خواب میں منکشف ہوتا ہے، لیکن ایک تو خواب ہوتا ہے سچا اور ایک ہوتا ہے محض خیال تو جو خواب سچا ہوتا ہے، اس میں کچھ کچھ انکشاف اس عالم کا ہوتا ہے، بس اتنا فرق ہے کہ خواب میں حقیقت اس عالم کو مغلوب ہوتی ہے، کیونکہ اس میں آمیزش اس خیال کی بھی ہوتی ہے اور وہاں بالکل حقیقت ہی حقیقت ہوگی وہ حقیقت اصلیہ بھی عالم آخرت کی حقیقت

رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے یہ میرا روئی کا لبادہ دیکھ لو مولانا نے دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ جسد عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے [1] تھے جس سے میں ایک دم پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرا لبادہ ترتبر ہو گیا اور فرمایا یہ کہ محمود حسن کو کہدو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے بس میں نے یہ کہنے کے لیے بلایا ہے مولانا محمود حسن صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں اس قصہ میں کچھ نہ بولوں گا۔

<u>حکایت (۲۴۷)</u> عم محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمود حسن صاحب مرحوم حضرت نانوتویؒ کے اخلاق مربیانہ اور شفقت و رحمت کی توصیف کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ بس حضرت کے اخلاق کا اندازہ اس مثال سے ہو سکتا ہے کہ مثلاً اگر میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں جو بہت تمناؤں کے بعد پیدا ہوا ہوں' ظاہر ہے کہ مجھ سے انہیں کتنا انس ہو گا اچانک میں گرفتار ہو کر دائم الحبس کر دیا جاؤں کہ میری واپسی اور ملاقات کی کوئی توقع ماں باپ کو نہ رہے ظاہر ہے کہ ان پر کس درجہ غم والم کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے کہ گویا وہ قبل از مرگ ہی مر جائیں گے اور پھر میں اچانک رہا ہو کر آؤں اور ایک دم ماں باپ کے سامنے پہنچ جاؤں تو تم بتلاؤ کہ ان کی اس وقت کی خوشی و مسرت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے بس یوں سمجھو کہ میں اگر دن میں دس مرتبہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کرتا تو مجھے دیکھ کر اتنی مرتبہ ہی خوش ہوتے جتنا کہ میرے ماں باپ اس وقت خاص میں خوش ہو سکتے تھے۔

<u>حکایت (۲۴۸)</u> حضرت والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ عموماً بیعت اپنے

[1] یہ واقعہ روح کا تمثل تھا اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ جسد مثالی تھا مگر مشابہ جسد عنصری کے دوسری یہ کہ روح نے خود عناصر میں تصرف کر کے جسد عنصری تیار کر لیا ہو مگر وقت گذر جانے پر پھر اس مرکب کو تحلیل کر دیا جاتا ہے۔ (اشرف علی)

سنت نہ کہا جائے اور ملحق بالسنت کہا جائے تو مضائقہ نہیں۔" ص۲۵ فیوض قاسمیہ

اسی زمانہ میں لوگوں نے "سماع موتی" کے پرانے مسئلہ کو پھر نئے سرے سے زندہ کرنا چاہا تھا، عام مسلمانوں کے قبری کاروبار کے ان قصوں کو دیکھ کر جن کے متعلق سیدنا الامام الکبیر کا یہ فقرہ نقل کر چکا ہوں کہ "کس منہ سے ہندؤوں کو برا اور اپنے آپ کو بھلا کہہ سکتے ہیں" بعضوں نے چاہا کہ موتی کے سماع ہی کا انکار کر دیا جائے۔ مطلب ان لوگوں کا یہ تھا کہ بنیادی اڈے ہی کو اڑا دیا جائے۔ نہ بانس رہے گا نہ بانسری بجے گی۔

پوچھنے والے نے سیدنا الامام الکبیر سے بھی اسی مسئلہ کو دریافت کیا۔ حضرت والا نے چند اوراق میں سوال کا جواب دیا ہے اور "جمال قاسمی" نامی مجموعہ مکاتیب میں یہ جواب شریک ہے، حاصل یہی ہے کہ سماع موتی کا آپ نے انکار نہیں فرمایا، لکھا ہے کہ جب

"قبرستان میں گذرے تو سلام سے دریغ نہ کرے، اور من پڑے تو ہدیہ مناسب وقت بھی پیش کرے، ورنہ سخت بے مروتی ہے، جو یوں آنکھیں چرائے چلا جائے" ص۱۱

اور یہ تو خیر قول ہے، آپ کے تلمیذ سعید مولانا منصور علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں آپ کے مسلک کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہ

"بزرگوں کے مزار پر جایا کرتے، دعا کر کے چلے آتے۔"

آگے صراحۃً اپنی یہ شہادت قلم بند کی ہے کہ

"سماع اولیاء اللہ کے قائل تھے۔"

اور قائل ہی نہیں بلکہ آگے لکھتے ہیں کہ

"اگر اکیلے کسی مزار پر جاتے، اور دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہوتا، تو آواز سے عرض کرتے کہ آپ میرے واسطے دعا کریں۔" ص۱۹۲

اسی سلسلہ میں حکیم صاحب مرحوم نے مکمل شاہ صاحب قدس اللہ سرہ کے مزار واقع مراد آباد کے اس قصہ کا بھی تذکرہ کیا ہے، جسے شاید کسی جگہ میں درج کر چکا ہوں، خلاصہ یہی ہے کہ

سوانح قاسمی ۱۳۷۳ھ

یعنی سیرت شمس الاسلام

سیدنا الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

حصہ دوم

مؤلفہ

رئیس القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی عم فیوضہ

حسب ہدایت

حضرت مولانا محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

دفتر دارالعلوم سے شائع کی گئی

فون نمبر (43230)

پھریں ہیں ڈھونڈتے سرگشتگان تیغ سبحانی
جنید و شبلی و ثانی ابو مسعود انصاری
رشید ملت و دین غوث اعظم قطب ربانی
نسیم بحر رافت فضل رحمان منبع احسان
قسیم فیض یزداں ابر رحمت ظل سبحانی
زمانہ نے دیا اسلام کو داغ انکی فرقت کا
کہ تھا داغ غلامی جس کا تمغائے مسلمانی
زباں پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعلُ ہبُل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی
نکلکر کس نے آبادی سے صحرا کو کیا مسکن
چمن سے دشت اور گھر میں ہے ویرانی سی ویرانی
وہ صحرا دیکھنے سے جسکے گھر یاد آہی جاتا تھا
اب اسکو یاد دلواتی ہے میرے گھر کی ویرانی
کہاں لوٹیں کہاں تڑپیں کہاں دل کھولکر روئیں
جگر خوں کرتی ہے دار فنا کی تنگ میدانی
کف افسوس ملنے کی نہ ہو ہاتھوں کو جب مہلت

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ

حضرت قطب العالم خاتم الاولیاء والمحدثین فخر الفقہاء والمشائخ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر

مرثیہ

از قلم فیض رقم حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند مرحوم

(مولوی) محمد اسحاق مالک کتبخانہ رحیمیہ دیوبند نے

اپنے

کتبخانہ رحیمیہ دیوبند سے شائع کیا

تھی کہا سکو بازار مین بیچنے جاؤن آخر دوسرے دن وہ مجذوب پھر ملے اور کہا کہ مولوی تو نے وہ سونا بیچا نہین خیر مین ہی بیچ لادونگا۔ دوسرے وقت آئے اور میرے پاس سے وہ لے گئے اور بیچکر انکی قیمت مجکو لادی۔ پھر ایک روز وہی مجذوب ملے اور فرمایش کی کہ مولوی ہمارے واسطے امرود لا مین دو پیسہ کے امرود لیگیا اور انکے سامنے رکھدیے انہون نے ایک امرود انمین سے ہاتھ مین لیا اور ہنسنے لگے امرود کو دیکھتے جاتے اور یون کہتے جاتے تھے کہ مجکو تو مولوی ہی کھادیگا اسکے بعد وہ امرود مجکو دیا مین نے جو ہاتھ مین لیا تو وہ نہایت گرم تھا اُسوقت میرے ذہن مین آیا کہ اگر تو نے یہ امرود کھالیا تو مجذوب ہو جائیگا اسلیے ڈر گیا اور کھایا نہین چپکا ہی امرود کو ہاتھ مین لیے اُٹھکر چلا آیا اور لاکر اپنے حجرہ مین رکھدیا پھر بھول گیا دس پندرہ دن کے بعد جو نگاہ پڑی اور اُٹھا کر دیکھا تو وہ امرود بدستور ویسا ہی تازہ معلوم ہوتا تھا کسی قسم کا تغیر نہ آیا تھا بلکہ وہ گرمی جو اُسوقت تھی اب بھی موجود تھی (اسکے بعد یاد نہین حضرت نے کیا فرمایا شاید یون کہا تھا کہ اُس امرود کو کسی شخص نے کھالیا تھا اور وہ مجذوب ہوگیا تھا) ایک روز وہ مجذوب پھر آئے اور کہنے لگے کہ مولوی مین یہان سے جاتا ہون تو میرے ساتھ چل اور اُس بوٹی کو پھر دیکھ لے غرض پھر مجھے ساتھ لے گئے اور سلطان جی صاحب مین وہ بوٹی پھر دکھائی اسکے بعد کہین چلے گئے۔

ایکبار آپکی داڑھ مین درد تھا فرمانے لگے مین سمجھتا ہون کہ اگر داڑھ اکھڑوا دون تو تکلیف جاتی رہیگی مگر ہمت نہین پڑتی یہی حال اہل دنیا کا ہے کہ دنیا کی تھوڑی مشقت نہین برداشت کرتے اور آخرت کے مصائب مین مبتلا ہوتے ہین۔

ایکبار فرمایا جیسے جیسے لڑکے بڑے ہوتے ہین آدمی خوش ہوتا ہے اور یہ نہین سمجھتا کہ روز بروز انکی زندگی کے دن کم ہوتے جاتے ہین اور موت سے وہ قریب ہوتا جاتا ہے۔

ایکبار ارشاد فرمایا مین نے ایکبار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت مین ہین اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے سو جسطرح زن و شوہر مین ایک کو دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے اسی طرح مجھے اُن سے اور انہین مجھسے فائدہ پہونچا ہے انہون نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کرکے ہمین مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کرکے انہین مرید کرادیا حکیم محمد صدیق صاحب گنگوہی نے کہا الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ آپنے فرمایا ہان آخر انکے بچون کی تربیت کرتا ہی ہون۔

ارواحِ ثلاثہ سے کچھ زیادہ

اور آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہے اور مشکوٰۃ میں ہے کہ ملک الموت وقت موت میت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی یہ حدیث طویل ہے اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ کی اس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے رسول اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جس کی طرف مجھ کو توجہ نہ ہو رات اور دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے کو اس قدر نہیں پہچانتے ۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرب ہیں دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے ، در مختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا بعد اس کے لکھا ہے قد اقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا انتہیٰ کلامہ ، اب عالم اجسام محسوسہ میں اس کی مثال سنیئے ، کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی دنیا کی گشت کرے جہاں جاوے گا چاند کو موجود پاوے گا اور سورج کو بھی پاوے گا پھر اگر یوں کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود رہتا ہے قاعدہ سے چاہیئے وہ کافر ہو جاوے کہ اس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک ہے نہ کافر خاصہ مسلمان ہے پس اسی

حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کی برابر اس علم مکاشفہ کو پیدا کر سکے پس آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت و وسعت نور پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول کے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا جاتا ہے تو کب قابل التفات ہو گا دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف کس طرح مقبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہو گا خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھکو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحرالرائق وغیرہ کتب سے لکھا گیا تیسرے اگر افضلیت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہیں تو مؤلف سب عوام ہیں ، بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کی برابر علم غیب بزعم خود ثابت کر دیوے اور مؤلف خود اپنے زعم سے بہت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان ہو گا معاذ اللہ ، مؤلف کے لیسے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالائق بات منہ سے نکالنا کسقدر دور از علم و عقل ہے ۔ الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھکر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی ، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب

سے کو فضیلت حاصل ہو گئے صریح دلائل سے ایمان کے اعتبار سے بہت کامل ہے شیطان سے بڑا عالم

براہینِ قاطعہ

بجواب

انوارِ ساطعہ

مروّجہ مولود وفاتحہ اور شرک وبدعات ورسومات کے رد میں لاجواب کتاب
جس میں "انوار ساطعہ" کا مفصل جواب اور احمد رضا خاں صاحب کے بہتانات کے شافی جواب شامل ہیں

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ
حسب الحکم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
ضمیمہ از: مولانا محمد منظور نعمانی

نبوت کمالاتِ علمی میں سے ہے

مگر اس کے ساتھ یہ بھی اہلِ فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالاتِ علمی میں سے ہے، کمالاتِ عملی میں سے نہیں ہے۔

الغرض کمالاتِ ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہے۔ ایک کمال علمی اور دوسرا کمالِ عملی۔ اور بنائے مدح کل انہی دو باتوں پر ہے۔ چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں۔ نبیین اور صدیقین اور شہدا، اور صالحین۔ جن میں سے انبیاءؑ اور صدیقین کا کمال تو کمالِ علمی ہے، اور شہدا، اور صالحین کا کمال، کمالِ عملی ہے۔ انبیا، کو تو منبع العلوم اور فاعل، اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھیے، اور شہدا کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمایئے۔

پہلی دلیل:۔ دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں اور اگر قوتِ عملی اور ہمت میں انبیاءؑ، اُمتیوں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقامِ شہادت اور وصفِ شہادت بھی ان کو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصافِ غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے۔ مرزا جانِ جاناں صاحبؒ اور شاہ غلام علیؒ صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ، چاروں صاحب جامع بین الفقر والعلم تھے۔ پر مرزا صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ تو فقیری میں مشہور ہوئے، اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ علم میں۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ ان کے علم پر ان کی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم۔ اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم ان کی فقیری سے انکی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء میں

(بقیہ حاشیہ)۔ کا علم سب سے زیادہ ہے تو تعظیم بھی سب سے زیادہ ہو گی۔ دوسرا کوئی بھی جب آپ جتنا علم نہیں رکھتا تو یقیناً آپ جتنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم بھی نہیں کر سکتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام قوتِ عملی میں بھی کسی سے کم نہیں ہوتے، پر نبوت کا دارومدار قوتِ عملی پر نہیں بلکہ قوتِ علمی پر ہے ۱۲۔

تحذیر الناس

مِن انکارِ اثرِ ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ

تالیف

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہ
بانی دارالعلوم دیوبند (۱۲۹۷ھ)

مقدمہ

علامہ ڈاکٹر خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

حاشیہ

مولانا حافظ عزیز الرحمٰن ایم اے ایل ایل بی

توضیح بعض عبارات

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم

ادارہ العزیز
نزد جامع مسجد صدیقیہ، گلہ برف خانہ، سیالکوٹ روڈ، کھوکھرکی۔ گوجرانوالہ